۲

محسن محلہ

اس سبق کی تدریس کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

سننا
- منثور اور منظوم کلام سے متعلق اشارات اور اہم نکات سُن کر ان کے فہم کا تجزیہ کر سکیں۔

بولنا
- کلام/بات درمیان سے سُن کر اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ اہم نکات بتا سکیں۔
- اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی امور وغیرہ سے متعلق اپنی گفتگو میں موزوں الفاظ و تراکیب پر مشتمل روزمرہ اور بامحاورہ زبان استعمال کر سکیں۔

پڑھنا
- مختلف نثری اصنافِ ادب (کہانی، داستان، افسانہ، ڈراما اور ناول) پڑھ کر ان کے طرزِ تحریر سے آگاہ ہو سکیں۔
- کہانی/مضمون/افسانے/ڈرامے کو پڑھ کر اس کے اجزا (پیراگراف، کرداروں کا تعارف، ابتدا، مناظر کا بیان، اختتام) کو شناخت کر سکیں۔
- دو نثر پاروں کا موازنہ کر سکیں اور مصنف کا اندازِ بیان سمجھ کر اس پر تبصرہ کر سکیں۔
- عبارت پڑھتے ہوئے تمام علاماتِ اوقاف کا لحاظ رکھ سکیں۔

لکھنا
- کسی بھی نظم یا نثر کو پڑھ کر اس کے اہم نکات کا خلاصہ لکھ سکیں۔

قواعد/زبان شناسی
- درست تلفظ کی فہم کے لیے اعراب کا استعمال کر سکیں۔

خاص	بابت	جھلا کر	دہلیز	ڈھنگ	رسم و راہ
الفاظ	ٹھیٹی	کنگنی	گھگھی	منشی گیری	ہیرا پھیری

ہدایات برائے اساتذہ کرام

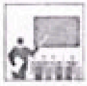

- طلبہ کے سامنے سبق "اخلاقِ نبوی ﷺ" اور افسانہ "محسن محلہ" کے منتخب اقتباسات کی بلند خوانی کر کے دونوں نثر پاروں کا موازنہ کر کے دونوں مصنفین کے اندازِ بیان پر تبصرہ کریں تاکہ طلبہ بعد میں نثر پاروں کو پڑھتے ہوئے سمجھ سکیں اور خود بھی تبصرہ کرنے کے قابل ہو سکیں۔
- طلبہ کو افسانے کے اجزا (پیراگراف، کرداروں کا تعارف، ابتدا، مناظر کا بیان، اختتام) سے آگاہی دیں۔

اشفاق احمد (۱۹۲۵ء - ۲۰۰۴ء)

اشفاق احمد کا اصلی نام اشفاق احمد خان تھا۔ آپ ۲۲۔ اگست ۱۹۲۵ء کو ضلع فیروز پور کی تحصیل مکتسر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد خان حیوانات کے معالج تھے اور بہ سلسلۂ ملازمت ضلع ہوشیار پور کے قصبے خان پور سے ہجرت کر کے مکتسر میں آباد ہو گئے تھے۔ اشفاق احمد نے تعلیم یافتہ اور پُر آسائش گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ایف۔ اے تک فیروز پور سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ اے اور ایم۔ اے کے امتحانات پاس کیے۔ اشفاق احمد بہ حیثیت پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور، روم یونی ورسٹی اٹلی اور پنجاب یونی ورسٹی لاہور میں خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۷ء میں انھوں نے بہ حیثیت ڈائریکٹر مرکزی اُردو بورڈ منصبی فرائض سنبھالے اور ادارے کو ترقی دے کر بامِ عروج تک پہنچایا۔

اشفاق احمد بیسویں صدی کے ادبی افق پر افسانہ نگار، ڈراما نویس، سفر نامہ نگار، نقاد، فیچر نگار، مترجم، محقق، شاعر، فلسفی اور دانش ور کی حیثیت سے ابھرتے اور بیشتر حیثیتوں

میں شہرت اور کامیابی کی بلندیوں کو چھوتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ بنیادی طور پر قصہ گو، ادیب اور کہانی نویس تھے۔ ان کی مختلف الںوع تخلیقی جہات میں کہانی کی مختلف اشکال ظہور کرتی ہیں۔ ان کی قصہ گوئی اور جادو بیانی کا مظہر اُن کا مقبول ٹیلی ویژن پروگرام "زاویہ" تھا جس میں ان کی بصیرت افروز گفتگو نوجوانوں کی راہ نمائی کا فریضہ انجام دیتی۔ انھوں نے پچاس کے قریب کتابیں تصنیف کیں جو ان کے سہل، رواں اور بے تکلف اندازِ بیان کی عکاس ہیں۔ ان کا لہجہ دھیما اور مٹھاس سے بھرپور ہے۔ اشفاق احمد کے دل میں عوام الناس کو سنوارنے کا جذبہ موجزن تھا جو "زاویہ" میں بھی جھلکتا دکھائی دیتا ہے ان کے ریڈیائی فیچر "تلقین شاہ" کی شہرت پاکستان کی جغرافیائی حدود سے نکل کر یورپ اور امریکا تک پھیل گئی۔ انھیں حکومتِ پاکستان کی جانب سے مارچ ۲۰۰۳ء میں قومی اعزاز "ستارۂ امتیاز" اور ۲۰۰۶ء میں "ہلالِ امتیاز" سے نوازا گیا۔
معروف تصانیف:۔ایک محبت سو افسانے۔ سفر مینا۔ توتا کہانی۔ من چلے کا سودا۔ حیرت کدہ۔ ننگے پاؤں۔ تلقین شاہ، زاویہ

پڑھنے سے پہلے پوچھیں

- افسانہ کس قسم کی کہانی کو کہتے ہیں؟
- اشفاق احمد نے اردو افسانہ نگاری میں کیا خدمات سرانجام دی ہیں؟

پڑھیں

کسی کو ٹھیک سے معلوم نہیں کہ ماسٹر الیاس کب اس محلے میں آیا تھا اور کب اس نے یہ کوٹھڑی کرائے پر لی تھی لیکن اس بات کا ہر ایک کو علم تھا کہ ماسٹر الیاس مہاجر ہے اور اس کا تعلق انبالہ کے کسی علاقے سے ہے کیوں کہ وہ بولی ہی ایسی بولتا ہے جو انبالہ پٹیالے میں بولی جاتی ہے۔

ماسٹر الیاس کرائے کی کوٹھڑی میں رہتا تھا اور اس کے پاس محلے کے لڑکے گنتی سیکھنے، پہاڑے کہنے اور تختی لکھنے کے لیے آجاتے تھے۔ اس کے پاس دو لڑاکا بٹیر اور ایک اصیل مرغا تھا۔ بٹیر تو پنجروں میں بند رہتے تھے لیکن اصیل مرغا اس کی کوٹھڑی کے دروازے سے ذرا دور کھڑا رہتا تھا۔ ماسٹر الیاس نے مرغے کی ایک ٹانگ میں پیتل کا چھلا ڈال کر اس سے السی کی مضبوط ڈور باندھ رکھی تھی اور اس ڈور کا دوسرا، سرا اپنی کوٹھڑی کی دہلیز میں میخ ٹھونک کر اس سے باندھ رکھا تھا۔ محسن محلہ کے سبھی لوگ ماسٹر الیاس کی عزت کرتے تھے اور اس کو "السلام علیکم" کہہ کر اس کے دروازے کے آگے سے گزرتے تھے۔ ماسٹر جی کچھ اور کام بھی کرتے تھے لیکن کسی کو اس کا علم نہیں تھا۔ شاید وہ سبزی منڈی میں منشی گیری کرتے تھے یا کسی دور کے محلے میں پھیری لگاتے تھے یا کسی کارخانے میں رنگ روغن کی دیہاڑی کرتے تھے۔ کوئی اس کی بابت اچھی طرح نہیں جانتا تھا لیکن اتنا، سب کو معلوم تھا کہ ماسٹر الیاس کی گزر بسر ذرا تنگی تُرشی سے ہی ہوتی ہے۔

دراصل ماسٹر صاحب سیدھے آدمی تھے اور ان کو زمانے کے ساتھ چلنے کا ڈھنگ نہیں آتا تھا۔ کچھ تو ان کی شکل ہی ایسی تھی کہ اُسے دیکھ کر لوگوں کے دل میں محبت یا ہمدردی کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا تھا اور کچھ ان کی گفتگو اس انداز کی ہوتی تھی کہ کسی کو اس پر یقین نہیں آتا تھا۔ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ ہیرا پھیری نہیں کرتے تھے۔ مبالغے سے کام نہیں لیتے تھے۔ شیخی نہیں بگھارتے تھے۔ کسی کو خوف زدہ نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے کسی کو ان کی بات پر یقین نہیں آتا تھا۔ ان کی گفتگو میں گرامر کی اور علمِ بیان کی بہت سی غلطیاں ہوتی تھیں اور سننے والا جھلا کر ان کی صحبت چھوڑ دیتا تھا۔ وہ اتنے سیدھے اور اس قدر بے پیچ تھے کہ انسان ہی نہیں لگتے تھے۔ سارے محلے اور ساری سوسائٹی پر ایک بوجھ سا لگتے تھے اور چوں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ رسم و راہ پیدا کرنا کوئی بھی پسند نہیں کرتا، اس لیے کوئی بھی ان کا دوست نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ محلے والے ان کی عزت کرتے تھے اور ان کے دروازے کے آگے سے گزرتے ہوئے "السلام علیکم" کہہ کر آگے بڑھ جاتے۔

سردیوں کی ایک شام مالک مکان نے ماسٹر الیاس کو بڑے سخت الفاظ میں ڈانٹا اور دھمکی دی کہ اگر اس نے تین دن کے اندر اندر گزشتہ چھے ماہ کا کرایہ ایک ساتھ ادا نہ کیا تو وہ اس کا سامان نکال کر باہر پھینک دے گا۔ ماسٹر جی کی خوف کے مارے بندھ گئی۔ کیوں کہ ان کے پاس ایک سو اسی روپے یک مُشت موجود نہیں تھے۔ صرف چالیس روپے تھے، جن کے ساتھ دس کا ایک نوٹ اور پرو کر انھوں نے پچاس بنا لیے تھے۔ پہلے تو مالک مکان

پچیس، تیس، چالیس، پچاس لے کر آگے کی تاریخ دے دیا کرتا تھا۔ لیکن اس مرتبہ وہ تنگ ہو گیا اور اس نے دھاگے میں پروئے ہوئے پچاس روپے اصیل مرغے کے آگے پھینک کر کہا' جا اوئے! میں نہیں لیتا۔ مجھے پورے ایک سو اسی کر کے دے۔"

جب وہ یہ کہ کر چلا گیا تو ماسٹر الیاس نے پچاس روپے فرش پر سے اٹھا کر اپنی واسکٹ کی جیب میں ڈال لیے۔ پھر وہ اپنی کوٹھڑی کے اندر جا کر چارپائی پر بیٹھ گئے۔ چوں کہ وہ اظہار کے معاملے میں کم زور تھے اس لیے ان کو رونا بھی نہیں آتا تھا۔ دکھی سے ہو کر بیٹھ گئے اور شدید غم کے باعث ان کی بندھ گئی اور یہ پہلا موقع تھا کہ روئے بغیر کسی شخص کی بندھی ہو!

وعدے کے مطابق مالک مکان نے ان کا سامان اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ ماسٹر صاحب کی چارپائی ٹرانسفارمر والے دو کھمبوں کے پیچھے لگادی اور ان کا باقی سامان اس کے ارد گرد چن دیا۔ اس نے کوٹھڑی کو نیا چینی تالا لگایا اور سکوٹر پر سوار ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ اِس کا گھر اس محلے سے کافی دور تھا اور وہ اپنی کوٹھڑیوں کا کرایہ وصول کرنے ماہ بہ ماہ آیا کرتا تھا۔

ماسٹر صاحب نے ایک رات جُوں تُوں کر کے ٹرانسفارمر کے نیچے گزاری اور اگلے دن شیخ کریم نواز کی حویلی پہنچ کر اس سے دو سو روپے ادھار کے طلب گار ہوئے۔ شیخ صاحب نے ماسٹر صاحب کو نیک دل، سادہ لوح اور مرنجاں مرنج شخص سمجھ کر ٹرخا دیا۔ کیوں کہ ایسے احمق لوگوں کو زیادہ رقم دینا اچھا نہیں ہوتا۔ پھر وہ اسمٰعیل بزاز کی دکان پر گئے اور رقم میں کمی کر کے ۱۵۰ کا سوال ڈالا۔ اس نے بھی معذرت کر لی۔ محلے کا کوئی نائی، حلوائی، قصائی، ڈاکٹر، وید، وکیل، ماسٹر صاحب نے نہیں چھوڑا۔ لیکن ہر طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ ان لوگوں کو شدید مہنگائی نے گھیر رکھا تھا اور ان کے پاس ادھار دینے کو کچھ بھی باقی نہ تھا۔

جس دن ماسٹر الیاس نے ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو اپنی نبض دکھائی، اس روز انھیں ٹرانسفارمر کے نیچے سوتے آٹھواں دن تھا۔ ڈاکٹر نے اسٹیتھو سکوپ لگا کر دیکھا اور کہا ماسٹر صاحب نمونیا ہے۔ میں آپ کو پڑیا تو دے دیتا ہوں لیکن آپ کسی اور کو بھی دکھا لیں۔" ماسٹر صاحب نے کہا: بہت اچھا" اور گرم دودھ پینے جبار حلوائی کی دکان پر چلے گئے۔ انھوں نے دودھ پی کر اپنی نبض جبار کو دکھائی اور پھر گڑگڑا کر اس سے دو سو روپے قرض کی درخواست کی۔ جبار ہنس پڑا۔ اس کو پتا تھا کہ ایسے اُلو کو کوئی ایک روپیہ بھی ادھار نہیں دے سکتا، یہ پورے دو سو مانگ رہا ہے۔ جب ایسی ان ہونی بات ہو تو ہر ایک کو ہنسی آجاتی ہے اور اسی وجہ سے جبار ہنس پڑا تھا ورنہ عام زندگی میں وہ بہت ہی کم ہنستا تھا۔

مسلسل تین دن تک ماسٹر الیاس اپنی رضائی سر پر اگلو کی طرح اوڑھ کر چارپائی پر بیٹھے رہے۔ جو کوئی وہاں سے گزرتا السلام علیکم" کہ کر یہ ضرور پوچھتا: "کیوں جی ماسٹر جی دھوپ سینکی جا رہی ہے؟" اور ماسٹر جی اندر سے بند آواز میں جواب دیتے" ہاں جی! تھوڑی سردی لگ رہی تھی۔"

چوتھے روز فجر کی اذان کے وقت جب ماسٹر صاحب فوت ہو گئے تو محسن محلہ کے ایک ایک شخص کو ان کی موت کا بڑا صدمہ ہوا۔ ناشتے کا وقت ختم ہونے تک ہر شخص خاموشی اور دکھ کے کوئے میں لپٹ کر دھوپ میں جا کھڑا ہوا۔ ماسٹر جی کے بٹیروں کو کٹورہ بھر کنگنی اور ان کے مرغے کو آٹے کی آب خورہ بھر گولیاں ڈالی گئیں۔ شیخ کریم نواز صاحب اپنی حویلی سے نکل کر ٹرانسفارمر کے نیچے آ بیٹھے۔ یہاں لوگوں نے بڑی سی دری بچھا دی اور دو تین تازہ اخبار لا کر رکھ دیے۔ لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے۔ شیخ کریم نواز نے دو سو روپے نکال کر سعید اور بلال کو سکوٹر پر بھیجا کہ جا کر قبر کا بندوبست کریں۔ تین سو روپے بابو جلال کو دیے کہ رحمت کو ساتھ لے جا کر لٹھے، کافور، عرقِ گلاب اور پھولوں کا بندوبست کریں۔ جبار حلوائی نے دودھ پتی کا ایک پتیلا کاڑھ کر صف پر پہنچا دیا۔ لوگوں نے ماسٹر صاحب کی رسمِ قل کے لیے پیسے جمع کرنے شروع کیے اور دیکھتے دیکھتے محسن محلہ کے لوگوں نے آٹھ سو گیارہ روپے جمع کر کے شیخ کریم نواز صاحب کے پاس محفوظ کرا دیے۔ (سفرینا)

مشق

سننا

ا۔ افسانہ "محسن محلہ" سے متعلق درج ذیل اشارات اور اہم نکات کو ایک طالب علم/طالبہ بلند آواز سے پڑھے جب کہ باقی طلبہ انھیں سُن کر اُن کے فہم کا تجزیہ کریں کہ اشفاق احمد نے ماسٹر الیاس، اس کے مالک مکان، شیخ کریم نواز، جبار حلوائی اور دیگر کرداروں کے ذریعے کس کام یابی کے ساتھ ہمارے ایک معاشرتی اور سماجی مسئلے کی نشان دہی کی ہے۔

اشفاق احمد نے اس افسانے میں ہمارے معاشرتی منافقانہ رویے کا پردہ چاک کیا ہے کہ ہم ہمدردی اور نیکی کی وجہ سے کسی زندہ انسان کی مدد کرنا گوارا نہیں کرتے کیوں کہ ہمیں اپنے وسائل اور روپے پیسے کے ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے جب کہ اپنی ذاتی نیک نامی اور اس کی نمود و نمائش کے لیے ایک مردہ انسان پر کئی گنا زیادہ پیسے خرچ کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے۔ اگرچہ معاشرے کے زندہ ہونے کی نشانی یہ سمجھی گئی ہے کہ اس میں رہنے والے انسان ایک دوسرے کے دکھ درد، غمی خوشی میں کس حد تک ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا کہ ہمارا اپنا معاشرہ باہم ایثار و قربانی کی روایات کا علم بردار تھا۔ اشفاق احمد کو معاشرے سے رفتہ رفتہ اُٹھتی ان اقدار و روایات پر افسوس ہے اسی لیے انھوں نے ماسٹر الیاس کے ساتھ ہونے والے سلوک کے ذریعے ہمیں باخبر کیا ہے کہ اس طرح ہمارا یہ طرزِ عمل بالکل بھی مناسب نہیں۔ انسان اور انسانیت ہی ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ ذاتی نمود و نمائش کے لیے نہیں بلکہ انسانی ہم دردی کے نقطہ نظر سے نیکی اور بھلائی کے کام کرنے چاہییں۔

بولنا

۲۔ درج ذیل اقتباس افسانہ "محسن محلہ" کے تقریباً درمیان سے لیا گیا ہے۔ ایک طالب علم/طالبہ درست تلفظ کے ساتھ اسے پڑھے جب کہ باقی طلبہ باری باری اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ اہم نکات بتائیں۔

> وعدے کے مطابق مالک مکان نے ان کا سامان اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ ماسٹر صاحب کی چارپائی ٹرانسفار مر والے دو کھمبوں کے پیچھے لگا دی اور ان کا باقی سامان اس کے ارد گرد چُن دیا۔ اس نے کوٹھڑی کو نیا چینی تالا لگایا اور سکوٹر پر سوار ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ اس کا گھر اس محلے سے کافی دور تھا اور وہ اپنی کوٹھڑیوں کا کرایہ وصول کرنے ماہ بہ ماہ آیا کرتا تھا۔
>
> ماسٹر صاحب نے ایک رات جوں توں کر کے ٹرانسفار مر کے نیچے گزاری اور اگلے دن شیخ کریم نواز کی حویلی پہنچ کر اس سے دو سو روپے ادھار کے طلب گار ہوئے۔ شیخ صاحب نے ماسٹر صاحب کو نیک دل، سادہ لوح اور مرنجاں مرنج شخص سمجھ کر ٹرخا دیا۔ کیوں کہ ایسے احمق لوگوں کو زیادہ رقم دینا اچھا نہیں ہوتا۔ پھر وہ اسمٰعیل بزاز کی دکان پر گئے اور رقم میں کمی کر کے ۱۵۰ کا سوال ڈالا۔ اس نے بھی معذرت کر لی۔
>
> محلے کا کوئی نائی، حلوائی، قصائی، ڈاکٹر، وید، وکیل، ماسٹر صاحب نے نہیں چھوڑا۔ لیکن ہر طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ ان لوگوں کو شدید مہنگائی نے گھیر رکھا تھا اور ان کے پاس ادھار دینے کو کچھ بھی باقی نہ تھا۔

۳۔ درج ذیل الفاظ و تراکیب پر مشتمل جملوں کی صورت میں ایک تحریر لکھیں جس میں اخلاقی، معاشرتی اور ثقافتی امور کا تذکرہ ہو۔ بعد میں تمام طلبہ

باری باری روز مرہ اور بامحاورہ زبان استعمال کریں۔

دہلیز، سبزی منڈی، رنگ روغن، دیہاڑی لگانا، تنگی تُرشی، خوف زدہ، مالک مکان، ماہ بہ ماہ، مرنجاں مرنج، شدید مہنگائی، اَن ہونی، دھوپ سینکنا، موت کا صدمہ، عرقِ گلاب، قبر کا بندوبست، رسمِ قل

پڑھنا

۴۔ آپ نے افسانہ "محسن محلہ" کی عبارت پڑھی۔ استاد محترم/استانی صاحبہ کی رہ نمائی میں اشفاق احمد کے طرزِ تحریر پر تبصرہ کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے شامل کتاب اشفاق احمد کے تعارف سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ "محسن محلہ" صنفِ ادب کے اعتبار سے افسانہ ہے جسے آپ نے پڑھ لیا ہے۔ اس کے اجزا (پیراگراف، کرداروں کا تعارف، ابتدا، مناظر کا بیان، اختتام) کو شناخت کرتے ہوئے بتائیں کہ افسانے کی ابتدا میں کیا بیان کیا گیا ہے؟ اس افسانے کا مرکزی کردار کون سا ہے؟ دیگر اہم کرداروں کا تعارف بھی کرائیں، مرغے اور بٹیروں کے باہر کھڑا ہونے کا منظر کیا ہے؟ کس پیراگراف میں ہماری معاشرتی بے حسی سب سے زیادہ نمایاں ہے؟ افسانے کا اختتام کس المیے پر ہوتا ہے؟

۶۔ آپ نے سبق "اخلاق نبوی ﷺ" اور "محسن محلہ" دونوں کو پڑھا۔ اب دونوں اصنافِ نثر کا موازنہ کریں اور مصنفین کے اندازِ بیان کو سمجھ کر اس پر تبصرہ کریں کہ کس طرح شبلی نعمانی نے سیرت النبی ﷺ کے مختلف اخلاقی پہلوؤں کا احاطہ عقیدت و احترام کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے کیا۔ کسی واقعے یا تذکرے کے بیان میں کوئی مبالغہ آرائی کا شائبہ تو نہیں؟ مصنف نے حقائق کے بیان میں کس حد تک احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے؟ موضوع کی مناسبت سے اسلوبِ تحریر، الفاظ و تراکیب کا استعمال کیسا ہے؟

اسی طرح "محسن محلہ" میں اشفاق احمد نے بیان کیے گئے معاشرتی مسئلے کو کس حد تک اجاگر کیا اور نبھایا ہے؟ ماسٹر الیاس کا کردار کس حد تک قابلِ رحم اور ہمدردی کے لائق ہے؟ اہلِ محلہ کا ماسٹر الیاس کو قرض نہ دینا کس حد تک مناسب تھا؟ اشفاق احمد نے زبان و بیان میں اپنے قارئین کی ذہنی اور فکری سطح کو کیسے پیشِ نظر رکھا ہے؟

۷۔ درج ذیل عبارت کو علامات اوقاف کا لحاظ رکھ کر پڑھیں۔

> ماسٹر صاحب نے ایک رات جوں توں کر کے ٹرانسفارمر کے نیچے گزاری اور اگلے دن شیخ کریم نواز کی حویلی پہنچ کر اس سے دو سو روپے ادھار کے طلب گار ہوئے۔ شیخ صاحب نے ماسٹر صاحب کو نیک دل، سادہ لوح اور مرنجاں مرنج شخص سمجھ کر ٹرخا دیا۔ کیوں کہ ایسے احمق لوگوں کو زیادہ رقم دینا اچھا نہیں ہوتا۔ پھر وہ اسمٰعیل بزاز کی دکان پر گئے اور رقم میں کمی کر کے ۱۵۰ کا سوال ڈالا۔ اس نے بھی معذرت کر لی۔ محلے کا کوئی نائی، حلوائی، قصائی، ڈاکٹر، وید، وکیل، ماسٹر صاحب نے نہیں چھوڑا۔ لیکن ہر طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ ان لوگوں کو شدید مہنگائی نے گھیر رکھا تھا اور ان کے پاس ادھار دینے کو کچھ بھی باقی نہ تھا۔

افسانہ

لغت میں افسانہ ایک جھوٹی کہانی کو کہتے ہیں۔ ادبی اصطلاح میں یہ ایک ایسی کہانی ہوتی ہے جو زندگی کا ایک جزو پیش کرتی ہے۔ افسانہ: اختصار اور

وحدت تاثر کی حامل ایک کہانی ہوتی ہے۔افسانہ یا مختصر افسانہ کم و بیش آدھے گھنٹے میں پڑھا جانے والا ایسا قصہ ہوتا ہے جس میں کسی ایک واقعے یا زندگی کے کسی ایک پہلو کو اختصار اور دل چسپی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔افسانے کے اجزائے ترکیبی میں: پلاٹ، کردار، نقطہ نظر یا مرکزی خیال، مکالمہ، آغاز و اختتام اور اسلوب بیان شامل ہیں۔

۸۔ محسن محلہ ''افسانے کے ادبی محاسن یعنی اجزائے ترکیبی کی شناخت کرتے ہوئے بتائیے کہ اشفاق احمد نے ان کو اپنے افسانے میں کس حد تک ملحوظ خاطر رکھا ہے؟

لکھنا

۹۔اہم نکات مد نظر رکھتے ہوئے سبق ''محسن محلہ ''کا خلاصہ لکھیں۔

قواعد/زبان شناسی

درست تلفظ کے لیے اعراب کا استعمال

دنیا کی تمام زبانوں کی طرح اردو میں بھی الفاظ کے درست مفہوم اور معانی کے ابلاغ اور سمجھ کے لیے الفاظ کے حوالے سے زیر، زبر پیش اور تشدید کا استعمال بہت ضروری ہے۔اگر درست اعراب کا استعمال نہ کیا جائے تو لفظ کا مفہوم کچھ کا کچھ ہو جائے گا اور اصل عبارت اپنے معانی کے اعتبار سے اپنا تاثر کھو دے گی۔مثال کے طور پر ایک لفظ کا املا ہے ملک۔اب اس کے اوپر لگائے جانے والے اعراب کی تبدیلی سے معانی پر کیا اثر پڑے گا، ملاحظہ فرمائیں:

مُلک۔۔۔۔وطن، دھرتی	مِلک۔۔۔۔ملکیت، جائداد	مَلِک۔۔۔۔سردار	مَلَک۔۔۔۔فرشتہ

اس مثال سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ الفاظ کے درست مفہوم کی سمجھ کے لیے اعراب کا استعمال کتنا ضروری ہے؟

۹۔ درست تلفظ کی فہم کے لیے درج ذیل جملوں میں نشان زدہ الفاظ پر اعراب لگائیں۔

الف۔اس بات کا علم سب کو تھا۔

ب۔اصیل مرغا اس کی کوٹھڑی کے دروازے سے ذرا دور کھڑا رہتا۔

ج۔ایسے لوگوں کے ساتھ رسم و راہ پیدا کرنا کوئی بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

د۔ان کے پاس ایک سو اسی روپے یک مشت موجود نہیں تھے۔

ر۔ڈاکٹر حب نے کہا: میں آپ کو پڑیا دے دیتا ہوں۔

ہ۔ماسٹر الیاس اپنی رضائی سر پر اگلو کی طرح اوڑھ کر چارپائی پر بیٹھے رہے۔

سرگرمی

اشفاق احمد کی تصنیف زاویہ ''کو لائبریری سے جاری کرائیں۔اس کا مطالعہ کریں اور کلاس میں آ کر دیگر طلبہ کو بتائیں کہ آپ کو کون سی تحریر اس کتاب میں پسند آئی۔پسندیدگی کی وجہ بھی بتائیں۔